اسلامی دستور

ادیب اعظم مولانا سید محمد باقر شمسؔ صاحب مدظلہ

(گذشتہ سے پیوستہ)

تولا وتبرّیٰ

اسی طہارتِ معاشرہ کا ایک طریقہ تولا اور تبرّیٰ ہے۔ اچھوں سے محبت اور بُروں سے نفرت۔ اسلام کا اہم اصول ہے۔ قرآن نے ذرا ذرا سی برائی پر لعنت کا مستحق بنایا اور ذرا ذرا سی نیکی پر تعریف کی۔ یہ نہ صرف اس وجہ سے کہ اچھوں کا حق یہ ہے کہ ان کی تعریف کی جائے اور برے اس قابل ہیں کہ انھیں ذلیل کیا جائے اچھوں سے محبت اور بروں سے نفرت سے معاشرہ میں بروں کے لئے کوئی جگہ باقی نہیں رہے گی اور برائیوں کا قلع قمع ہو جائے گا۔

مولانا ابوالکلام آزادؔ نے اس پر بہت عمدہ بحث کی ہے اور آخر میں یہ نتیجہ نکالا ہے۔ پس جو لوگ کہتے ہیں کہ انسان اخلاقاً نرمی وآشتی محبت وعفو کا مستحق ہے اور کسی برائی کے ساتھ ذکر کرنا اخلاق کے اصول کے خلاف ہے۔ وہ اخلاق کے نام سے ایسی سخت بداخلاقی کی تعلیم دینا چاہتے ہین جس پر اگر ایک لمحہ عمل کیا جائے تو دنیا شیطان کی تخت گاہ بن جائے۔ نیک اور اعمال صالحہ کا نظام درہم برہم ہو جائے۔ قانون اخلاق مذہب حسن وقبح کی تمیز، نور وظلمت کی تفریق کوئی بھی خدا کو خوش کرنے والی چیز دنیا میں باقی نہ رہے۔

یاد رکھو کہ ہر محبت کے لئے ایک بغض لازمی ہے اور کوئی عاجزی نہیں کر سکتا جب تک کہ متکبر ومغرور نہ ہو۔ نیکی کو اگر پسند کرو گے تو اس کی خاطر بدی کو برا کہنا ہی پڑے گا۔ خدا کو خوش رکھنا ہو تو شیطان کی دشمنی کی پروانہ کرو۔

مساوات

ایک طرف عالم ودانا قادر وتوانا خالق کائنات دوسری طرف کمزور مخلوقات اس کی شکل وصورت کے لحاظ سے جتنی قسمیں ہیں۔ ان کی ہر فرد آپس میں برابر ہے۔ ان میں انسان اپنے اوصاف کی کثرت سے سب پر اشرف ہے۔ لیکن خود اپنی نوع میں سب کے برابر ہے۔ اگر کسی کو فوقیت ہو سکتی ہے تو اوصاف کی بلندی سے جس نے اس کو تمام مخلوقات سے افضل کیا یہی اپنی صف میں افضلیت کا سبب ہو سکتی ہے۔ ''اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ'' اسلامی معاشرہ میں معیار عزت تقویٰ ہے۔[۱]

[۱] لوگ کہتے ہیں کہ انسان کی ذہنی وجسمانی صلاحیتیں برابر ہوتی ہیں۔ انبیاء ورسل برابر ہیں۔ خود اللہ نے کہا ہے کہ ہم نے ایک کو دوسرے پر فضیلت دی۔ تو عام برابری کیسے ممکن ہے؟

حقیقت یہ ہے کہ خدا کا منشاء عام مساوات ہے۔ خدائی قانون کی بنیاد مساوات پر ہے۔ جو عدل کا تقاضا ہے۔ ہوا، پانی، روشنی، سردی، گرمی، بھوک، پیاس، توالد وتناسل، صحت ومرض، موت وحیات کا قانون سب کے لئے یکساں ہے۔ جہاں ہم مساوات کے خلاف دیکھتے ہیں۔ وہ انسانی دست برد کا نتیجہ ہے۔ مثلاً ہوا، سردی، گرمی پر انسان تسلط نہیں حاصل کر سکا۔ وہ سب کے لئے یکساں ہے۔ پانی کے استعمال میں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ (بقیہ اگلے صفحہ پر)

اخوّت

مساوات اسی وقت قائم ہوسکتی ہے جب آپس میں اخوّت کا برتاؤ ہو ایک کی تکلیف دوسرا نہ دیکھ سکے۔ اپنے کھانے میں بھوکے کو، لباس میں برہنہ کو، مال میں تنگدست کو شریک کرے۔ ایسا نہ ہو کہ ایک فاقہ کرے دوسرا سونے چاندی پر بیٹھا رہے، ایک دست سوال پھیلائے دوسرا جیب میں پیسہ رکھتے ہوئے منہ پھیر کر چلا جائے۔

تعلیم

ظہور اسلام سے پہلے دنیا میں علم پھیلانے کا رواج نہ تھا۔ یونان روم، ایران، ہندوستان، مصر، چین۔ ہر جگہ علم مخصوص لوگوں میں تھا۔ دنیا میں سب سے پہلے اسلام نے علم عام کرنے کی کوشش کی۔ قرآن میں رسول کو بھیجنے کی غرض تعلیم کتاب وحکمت بتائی۔

علم کی فضیلت، علماء کی منزلت، تحصیل علم میں کاوش، تحصیل علم میں مدد کرنے والوں کے لئے بہت ثواب بتایا اور اس کی بے حد کوشش کی کہ لوگ علم حاصل کریں۔ مسلمان جہاں جہاں گئے وہاں انھوں نے علم پھیلانے کی کوشش کی۔ جس سے مسلمانوں کی تاریخ بھری پڑی ہے۔ آج ساری دنیا میں علم کی روشنی اسی کوشش کا نتیجہ ہے۔ یہ اسلام کی تعلیم کا وہ اثر ہے جو ساری دنیا نے قبول کیا اور اس کے مفید نتائج سے آشنا ہوئی۔

امور خیر

پبلک ورکس

اسلام کی زبان میں پبلک ورکس کا نام امور خیر ہے۔ اس میں رفاہ عام کے سب کام داخل ہیں۔ جیسے سڑک، روشنی، پانی، مسجد، کارواں، سرای وغیرہ

لوگوں کے لئے کھانے، کپڑے، مکان، شادی، علاج، تعلیم، واجبات، حکومت کے اولین فرائض اور زکوٰۃ کے

(بقیہ حاشیہ پچھلے صفحہ کا)۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

جہاں انسانی دست برد کا دخل ہوگیا، وہاں مساوات نہیں رہی۔ زبردست نے زیردست کا حصہ چھین لیا۔ یہی زمین کے لئے ہوا اور منشائے قدرت کے خلاف ہوا۔
فَضَّلْنَا بَعْضُكُمْ عَلَى بَعْض، کا مطلب یہ نہیں کہ خدا نے بے وجہ کسی کو فضیلت نہیں دی۔ بلکہ ہر ایک کو اس کے کام کے مطابق درجہ دیا۔

ذ ہنی وجسمانی قوتوں میں مساوات نہ ہونے کا ذمہ دار بھی انسان ہے۔ یہ ماں باپ، خاندان ذاتی اور گردوپیش کے حالات اور خیالات کا اثر بچہ پر ہوتا ہے۔ ہزاروں برس سے بہت سی قوتیں پستی میں پڑی ہیں اعلیٰ صلاحیتوں کا آدمی اعلیٰ ہی خاندان میں پیدا ہوتا ہے۔ اسے خدا کی طرف سے سمجھنا درست نہیں ہے۔

آتشک، سوزاک کے مریضوں کے بچے اندھے اور اپاہج پیدا ہوتے ہیں۔ یہ خدا کا منشا نہیں۔

قانون قدرت ہے کہ آدمی زہر کھائے گا تو مر جائے گا۔ خدا نے تو منع کیا ہے، یہ نتیجہ ہے خدا کی نافرمانی کا۔ اگر اس کے حکم پر عمل کیا جائے تو مساوات پیدا ہو جائے۔ خدا نے کسی معاملہ میں مساوات کے خلاف حکم نہیں دیا۔ اس کی ایک مثال یہ ہے کہ ایک آدمی اپنی ذ ہنی اور جسمانی صلاحیت کے موافق سپاہی بن سکتا ہے یا ایک سپہ سالار میدان جنگ میں وہ محکوم یہ حاکم ہوگا۔ مگر کامیابی کے بعد غنیمت کی تقسیم مساوی ہوگی۔ کیوں کہ دونوں نے اپنی صلاحیت کے موافق برابر سے کوشش کی، پھر یہ کہ ضروریات زندگی میں دونوں برابر ہیں۔ قائد کا معدہ بڑا نہیں اس وجہ سے معاش میں مساوات رہے گی۔ ذہنی برتری کا ثمر قبات کی صورت میں اس کو مل گیا مگر جن باتوں پر اس کو برتری حاصل نہیں ان میں دوسروں پر فوقیت دینے کی کوئی وجہ نہیں۔

اولین مصارف ہیں۔ جب ان کاموں سے بچے تو اور باتوں میں صرف کیا جاسکتا ہے۔ یہ کسی طرح جائز نہیں کہ سڑکوں میں گڑھے نہ ہوں مگر آدمیوں کی آنکھیں بھوک سے گڑھے میں دھنس گئی ہوں۔ پُرشوکت دارالامان وسیع دارالندوہ بنائے جائیں اور خدا کی عزیز ترین مخلوق جو مسجد کے گنبد و مینار سے زیادہ اس کو محبوب ہے، ہر طرح کی تکلیفیں اٹھائے۔

شوریٰ

کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ اسلام ایک جمہوری مذہب ہے اس میں الیکشن سلیکشن اور شوریٰ سب کچھ موجود ہے۔ خدا کے حکم سے خود رسولؐ نے مشورہ کیا۔

رسولؐ کا کسی معاملہ میں پیغمبرانہ طریقہ کار معلوم کرنے کے لئے انبیاء سے مشورہ تو صحیح ہوسکتا ہے۔ لیکن ان اعراب سے جو ابھی اسلام کو اچھی طرح نہیں سمجھے ان سے زندگی کے کسی عملی اقدام میں مشورہ منصب رسالت کی توہین ہے۔ زندگی کی مختلف راہوں میں چل کے دکھانے ہی کے لئے تو پیغمبرؐ کی بعثت ہوئی۔ اسی کو ان کا اسوۂ حسنہ کہہ کے اس کے اتباع کا حکم دیا اور وہ معین ہوتا ہے۔ اعراب کے مشورہ سے نہیں رسول کی ضرورت ہی کیا ہے۔ قرآن میں رسولؐ کو منافقین سے مشورہ کا حکم دیا گیا ہے۔ یہ تالیف قلوب کی ایک صورت ان کی منافقت کو کم کرنے کی ایک تدبیر اور ان کے دل کی بات معلوم کرنے کی ایک حکمت تھی۔

واقعات بتاتے ہیں کہ رسولؐ کبھی رائے عامہ کے پابند نہیں ہوئے بلکہ اس کے خلاف عمل کیا۔ سب سے مشہور واقعہ صلح حدیبیہ کا ہے جس میں تمام اصحاب مخالف تھے، مگر آپ نے کسی کی پرواہ نہ کی۔

ڈاکٹر حمید اللہ کا خیال ہے کہ آنحضرتؐ ہر امر میں حسب احکام قرآن مشورہ فرمایا کرتے تھے۔ جس کا منشاء نوجوانوں کی تربیت تھا۔ وہ واقعات اور گتھیوں سے واقف ہوتے اور آنحضرتؐ کے فیصلہ کو آخر میں سنتے۔

میجر جنرل محمد اکبر خاں نے ان مشوروں کی ایک نوعیت یہ بتائی ہے کہ اس میں شبہ نہیں کہ ہر معاملہ میں صحابہ اور اہل الرائے مسلمانوں سے مشورہ کرلیا کرتے تھے اور ہر غزوہ سے پہلے بھی آپ نے مشورے کئے اور ان مشوروں کو بڑی اہمیت دیتے تھے۔ مثلاً غزوہ بدر سے پہلے بھی آپ نے جو مشورہ فرمایا اس کی بڑی غرض یہ تھی کہ کمزور دلوں اور ڈانواں ڈول قسم کے لوگوں کا پتہ چل جائے۔ پھر آپ ایسے لوگوں کے ساتھ دشمن سے لڑوانے والے تھے۔ جن کے عزیز واقارب دشمن کے ساتھ تھے پرانے اصولوں کی پابندی کرانا چاہتے تھے۔

جنگ احد سے پہلے مشورہ کی غرض یہ تھی کہ مخبروں اور جاسوسوں کی اطلاعات کی صحت معلوم ہو جائے۔ مشورہ میں عبداللہ ابن ابی سلول کی شرکت اور اس سے آنحضرتؐ کا استفسار خاص اہمیت رکھتا ہے۔ عبداللہ منافق تھا اور اس کے ساتھ تقریباً تین سو آدمی کی جمعیت تھی۔ آنحضرتؐ کو اس کا علم تھا کہ وہ دشمن کا آدمی ہے۔ اور مسلمانوں کو دھوکا دینا چاہتا ہے۔ مگر آپ نے مشورہ کیا اور اس وجہ سے کیا کہ دشمن کے منصوبہ کا پتہ چل جائے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اور جب اس نے کہا کہ آپ کو مدینہ کے باہر نکل کے لڑنا چاہئے۔ تو آپ کو مشرکین کے نقشہ جنگ کا بخوبی اندازہ ہوگیا۔ (ص،۲۰۱ حدیث دفاع میجر جنرل محمد اکبر خان)

(بقیہ صفحہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۷۴ پر)

(۶) تقریب الافہام درتفسیر آیات الاحکام (فارسی)

(۷) ''احکام عدالت علویہ'' منصب عدالت کے زمانہ کی تصنیف ہے اس میں احکام قضا وافتاء اور شرائط قاضی ومفتی تحریر کئے ہیں۔

(۸) رسالہ نفاق الشیخین

(۹) تطہیر المومنین

(۱۰) اجوبہ فاخرہ

اولاد

مفتی محمد قلی خاں صاحب نے دو عقد کئے زوجہ اولیٰ سے مولوی سید سراج حسین صاحب زوجہ ثانیہ سے مولانا سید اعجاز حسین صاحب قبلہ اور رئیس المتکلمین فردوس مآب مولانا سید حامد حسین صاحب قبلہ اور تین صاحبزادیاں، بڑی بیٹی لاولد فوت ہوئیں۔ دوسری بیٹی زوجۂ مولانا حکیم سید غلام حسنین صاحب علامہ کنتوری جن کے بطن سے مولوی سید تصدق حسین صاحب ومولوی سید محمد علی صاحب تیسری بیٹی اپنے حقیقی ماموں زاد بھائی سید خورشید حسین صاحب رئیس کنتور کے ساتھ منسوب ہوئیں۔

۞۞۞

(بقیہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔اسلامی دستور)

بعض بے بصیرت لوگوں نے یہاں تک کہہ دیا ہے کہ بعض موقعوں پر حضرت عمر نے رسولؐ خدا کے خلاف رائے دی۔ اور ان میں سب سے اہم واقعہ جنگ بدر کے بعد اسریٰ کو فدیہ لے کے چھوڑ دینا ہے۔ جو حضرت عمر کی رائے کے خلاف تھا۔ اور اس پر عمل نہ کرنے پر عتاب الٰہی ہوا۔ اس سے زیادہ منصب رسالت کی توہین کیا ہوسکتی ہے۔ لیکن مسلمانوں پر خدا کا ایک بڑا فضل ہے کہ جہاں ان کی کتابوں میں ایسی گمراہ کن باتیں ہیں وہاں حق کے متلاشی کے لئے ہدایت بھی موجود ہے۔ چنانچہ اس واقعہ کے متعلق جناب سعید احمد صاحب اکبرآبادی جو مستند عالم اور مصنف ہیں، اپنی کتاب صدیق اکبر میں لکھتے ہیں کہ: اس میں شک نہیں کہ یہ آیت عتاب الٰہی پر دلالت کرتی ہے لیکن اس عتاب کا سبب قیدیوں کو قتل نہ کرنا اور زرفدیہ لے کے رہا کر دینا نہیں، بلکہ مال غنیمت کے لوٹنے میں مصروف ہوجانا ہے۔ درآں حالیکہ اب تک مال غنیمت سے متعلق احکام نہیں آتے تھے۔ چنانچہ امام مسلم نے اس واقعہ سے متعلق حضرت عمر فاروق کی جو روایت نقل کی۔ اس میں صاف الفاظ ہیں:

فانزل اللّٰہ عزوجل ما کان لنبی ان یکون لہٗ اسریٰ حتی ینجس فی الارض الی مولہ فکلو ما غنمتم حلالاً طیبا فاحل اللّٰہ الغنیم۔ (باب امداد ملائکہ فی البدر)

پھر جب خدا نے آیت ما کان لنبی نازل کی تو خدا نے مال غنیمت آپ کے لئے حلال کر دیا۔

اگر یہ صحیح ہے کہ زرفدیہ لے کے چھوڑ دینے پر عتاب ہوا تو ہم دیکھتے ہیں کہ جنگ حنین میں رسولؐ اللہ فی کس چھ اونٹ لے کے پھر قیدیوں کو چھوڑ دیتے ہیں۔ اور جو فدیہ نہیں دے سکتا اس کی طرف سے خود فدیہ دیتے ہیں۔ کیا اب بھی ہم انہیں رسولؐ سمجھیں؟ خود قرآن میں فدیہ لے کے چھوڑ دینے کی اجازت ہے۔

۞۞۞